السباعی کی کتاب "السنۃ و مکانتھا فی الاسلام۔" انہیں مسلمانوں کے زندہ مسائل سے دلچسپی تھی اس لیے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے وسعت نظر سے کام لیتے اور تقلید و جمود کی شدت کو ناپسند کرتے۔ مثلاً ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں' عورت کی گواہی اور خاندانی منصوبہ بندی کے مسائل پر وہ کھل کر بات کرتے اور ان مسائل میں ابن تیمیہ' ابن قیم' اور علمایے عصر سے استفادہ کے قائل تھے۔ جب اگست ۱۹۷۶ء میں خاکسار بھی ادارے سے منسلک ہوگیا' تو ان سے اکثر ملنا رہتا' جب جولائی ۱۹۷۷ء میں ملک میں مارشل لا آیا' تو اس نے نظریہ ضرورت کا سہارا لیا۔ خاکسار سے کہا گیا کہ نظریہ ضرورت پر ایک نوٹ "اوپر" بھجواؤں' چنانچہ ڈاکٹر موصوف نے فقہ و کلام کی بنیادی کتابوں کی روشنی میں ایک دستاویز لکھی اور خاکسار نے ایک مختصر سے نوٹ کے ساتھ اوپر بھجوا دی۔ یہاں یہ سوال بھی اٹھا کہ "نظریہ ضرورت بجا" لیکن اس کو عملی شکل دینے کا فیصلہ کون کرے گا؟ خاکسار کی اخلاص سے اب بھی یہ رائے ہے کہ جس نظریہ ضرورت نے قرون وسطی میں سلطان متغلب (آج کی زبان میں مارشل لاء) کے اقتدار کو سند جواز بخشی ہے' وہ آج تک شعوری یا لاشعوری طور پر مسلمانوں کے سیاسی مزاج کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ چنانچہ وہ جب چاہتا ہے' حریت فکر اور جمہوری اداروں کی بساط کو الٹ دیتا ہے۔

ہرچند ۱۹۷۸ء میں "روشنی طبع" خاکسار کے لیے بلا بنی اور ادارے کو چھوڑنا پڑا' لیکن ڈاکٹر موصوف سے دوستی کا رشتہ ان کے آخری سفر تک جاری رہا۔ ہماری دعا ہے کہ خدا مولانا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے اہل و عیال اور دوستوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحسن فاروقی ۱۹۲۵ء میں فیض آباد (یو۔پی) کے ایک قصبے ٹانڈہ میں پیدا ہوئے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تعلیم مکمل کی۔ معاشی حالات سازگار نہیں تھے' لیکن فاروقی صاحب کے عزم و حوصلہ نے انہیں اپنی

راہ میں حائل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ کچھ عرصے کے لیے بجنور کے معروف سہ روزہ اخبار "مدینہ" میں بھی رہے۔ اس کے بعد آپ دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ سے وابستہ ہوگئے اور جامعہ سے "پیمان وفا" کا ایسا مضبوط رشتہ باندھا کہ، یہیں سے جنازہ اٹھا۔

وہ جامعہ کالج کے پرنسپل، ڈاکٹر ذاکر حسین ادارے کے ڈائریکٹر، فیکلٹی آف اسلامیات کے ڈین۔ اور پھر یونیورسٹی کے قائم مقام وائس چانسلر بھی رہے۔ پروفیسر موصوف نے ۱۹۵۵ء میں میگل، کینیڈا سے "دارالعلوم دیوبند اور مطالبہ پاکستان" پر مقالہ لکھا۔ یہ مقالہ اب کتابی صورت میں بھی شائع ہوگیا ہے۔ ہم نے "برطانوی ہند میں مسلمانوں کے نظام تعلیم" دارالعلوم دیوبند، میں لکھا تھا کہ اگر پروفیسر موصوف کو ہجوم کار سے فرصت مل جاتی اور وہ اپنے مقالے "دارالعلوم" کا نقش ثانی تیار کر لیتے، تو یہ کتاب یقیناً دارالعلوم پر ایک مستند دستاویز ہوتی۔ وہ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ جامعہ ملیہ کے معروف مجلّے "اسلام اور عصر جدید" (انگریزی اور اردو) میں ڈاکٹر عابد حسین کے رفیق رہے اور ان کی وفات کے بعد ان علمی رسالوں کے نگران، ان رسالوں کی ادارت ایک علمی عزاز تھا۔ ان کی معنوی زندگی کو سنوارنے اور علمی جوہر کو صیقل کرنے میں وقت کی ممتاز روحانی، علمی اور سیاسی شخصیتوں کا ہاتھ تھا۔ پہلے ذکر آچکا ہے کہ وہ ٹانڈہ میں پیدا ہوئے۔ اسی قصبہ میں برصغیر کی ایک نامور شخصیت نے جس نے علم و عرفان اور عزیمت و استقامت کی راہ میں اپنے قدموں کے نشان چھوڑے ہیں، جنم لیا تھا۔ اس شخصیت سے ہماری مراد مولانا سید حسین احمد مدنی (وفات ۱۹۵۷ء) سے ہے۔ جن کی چشم تر، آہ سرد اور آتشیں نفس کی داستاں آج دیر و حرم میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے۔ فاروقی صاحب کی اہلیہ مولانا مرحوم کی عزیزہ تھیں، مولانا سید حسین احمد مدنی کے علاوہ فاروقی صاحب مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر ذاکر حسین سے بھی متاثر

تھے۔ فاروقی صاحب واقعی خوش قسمت انسان تھے' جنہیں برطانوی ہندوستان کے نامور علمی' ادبی اور روحانی رہنماؤں کی صحبت حاصل رہی۔ فاروقی صاحب کی تحریروں میں جو ٹھہراؤ' اعتدال اور پختگی پائی جاتی ہے' وہ اسی تعلق اور اپنی فکری جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ پروفیسر موصوف کینیڈا جاتے ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں قاہرہ میں مرحوم شیخ محمد لقمان سے ملے' جو ان دنوں جامعہ ازہر میں رواق الھنود کے انچارج تھے۔ اس ملاقات میں خاکسار بھی موجود تھا۔ فاروقی صاحب نے اس ملاقات میں عرب تاریخ اور مسلمانوں کے موجودہ طرز فکر پر اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اس ملاقات کے بعد ایک مدت تک ان سے ملاقات تو نہ ہو سکی' البتہ ان کی اور ان کے رفیق مرحوم ڈاکٹر مشیر الحق کی تحریریں نظر سے گزرتی رہیں۔ ۱۹۸۲ء میں مجھے ایک دوست ڈاکٹر انوار خلیل کی زبانی' جن کا جامعہ ملیہ سے پرانا تعلق ہے' ڈاکٹر فاروقی کا پیغام "ایک دفعہ دیکھا ہے۔ پھر دیکھنے کی تمنا ہے۔" ملا اور ڈاکٹر مشیر الحق کا ایک مقالہ: "ہندوستانی سیاست میں علماء" جسے میں نے "جنرل آف بلوچستان یونیورسٹی" میں شائع کیا۔ پروفیسر فاروقی دینیات اور سیاست میں لبرل اور آزاد نقطہ نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ نہ تو مغرب کی فکر سے بیزار تھے' اور نہ ہی قرون وسطی کی مسلم فکر کو مسلمانوں کے مسائل کا حل گردانتے تھے۔ وہ موجودہ فکر و فلسفہ کو انسانی جماعت کی مشترک میراث جانتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی روحانی اقدار کے نہ صرف قائل بلکہ اپنے اندر جذب بھی کئے ہوئے تھے۔ خدا ترسی' انسان دوستی' علم و ادب سے لگاؤ غرضیکہ ان روایات کو وہ اپنی روایات جانتے تھے۔ چنانچہ جہاں وہ صوم و صلواۃ کے پابند تھے اور آداب صبح گاہی سے آگاہ' وہاں وہ جدید سیاست و فلسفہ کے بھی قدرداں تھے۔ خاکسار ۱۹۸۳ء میں دہلی گیا' تو ۱۹ر جنوری ۱۹۸۳ء کو جامعہ ملیہ بھی گیا' میں ان کے دفتر کا پتہ پوچھ رہا تھا کہ ایک طرف سے آواز آئی رشید صاحب! آیئے آیئے۔ تقریباً تیس سال کے بعد ملے اور بڑے ہی تپاک سے

ملے۔ پروفیسر مشیر الحق بھی ملے' لیکن وہ بنگلور جا رہے تھے۔ پروفیسر فاروقی سے دنیا جہاں کے مسائل زیر بحث آئے۔ جب میں واپس اپنے ہوٹل آنے لگا تو پروفیسر فاروقی اور مشیر الحق نے کہا کہ تم جامعہ ملیہ کے شعبہ اسلامیات میں "پاکستان میں اسلامی نظام کا مسئلہ" کے موضوع پر لیکچر دو۔ چنانچہ ۲۴ر جنوری کو خاکسار نے اس موضوع پر ایک تقریر کی۔ اس کے بعد دلچسپ سوالات بھی کئے گئے' اور پوری آزادی سے خیالات کا اظہار کیا گیا۔ آخر میں پروفیسر فاروقی' پروفیسر شمیم حنفی اور پروفیسر مشیر الحق نے مسائل کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھنے پر زور دیا اور کہا کہ اس قسم کے مذاکرات کا انعقاد ضروری ہے۔ اس تقریر کے بعد ڈاکٹر مشیر الحق کے ہاں کھانا کھایا' جس میں پروفیسر فاروقی کے علاوہ ان کے صاحبزادے ڈاکٹر عماد الحسن فاروقی' اختر واسع بھی موجود تھے۔ ڈاکٹر عماد الحسن نے ابوالکلام آزاد کی شہرہ آفاق تفسیر "ترجمان القرآن" پر اپنا مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی لکھا تھا۔ اس ملاقات میں خاکسار نے معزز دوستوں سے دہلی میں مسلمانوں کی حالت زار بیان کرتے ہوئے درخواست کی کہ بھارت کے بعض اہل علم پاکستان جا کر ہمیں پند و نصائح سے نوازتے رہتے ہیں' حالانکہ ان کی سرگرمیوں کا اصل میدان ان کا اپنا وطن ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ آزاد بھارت میں مسلم اقلیت کے مسائل کا جائزہ لیں۔ دہلی شہر صاف ستھرا ہے۔ لیکن جامع مسجد کا علاقہ جہاں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بستی ہے' صاف ستھرا کیوں نہیں؟

پروفیسر فاروقی نے کہا کہ ہمارے سارے مسائل سمٹ کر اردو رسم الخط' کسی نئے مدرسہ کے قیام' یا پرسنل لا میں سرکاری عدم مداخلت میں سمٹ آئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ تعلیم و سائنس میں نام پیدا کر کے ہمارے نوجوان ملک کی صنعت یا سول سروس میں کیسے آگے بڑھیں' ان مسائل سے عام طور پر کوئی دلچسپی نہیں۔ ڈاکٹر فاروقی کا کہنا تھا کہ مسلمانوں کے مزاج میں بہ وجوہ

Authority کا عمل دخل ہے۔ جو قرون وسطی کا ورثہ ہے۔ جمہوری طرز عمل کا سرچشمہ اتھارٹی نہیں بلکہ باہمی مشاورت اور حریت فکر ہے۔

اس یاترا میں دہلی میں جماعت اسلامی کے ناظم حامد علی خان' اردو ادب اور غالبیات کے معروف ماہر مالک رام' دہلی یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر خواجہ احمد فاروقی اور اس پایہ کے دوسرے بزرگوں سے تفصیلی ملاقاتیں ہوئی تھیں اور بحث اسی نکتہ پر تھی: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ آخر ہم علم و ادب اور سائنس و فلسفہ' معیشت و سیاست میں پیچھے کیوں رہ گئے؟" ان مسائل پر صاف اور قابل عمل باتیں سننے میں آئیں' خاص طور پروفیسر فاروقی' مشیر الحق اور مالک رام کی باتوں میں کوئی ابہام' ژولیدگی اور فکری انتشار نہیں تھا۔

القصہ ڈاکٹر احمد حسن اور پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی کی وفات سے ان لوگوں کو قلبی رنج ہوا ہے جو اخلاص سے صحت مند روحانی روایات کے ساتھ ساتھ روح عصر کے ساتھ زندگی کو ہم آہنگ دیکھنا چاہتے ہیں۔

رشید احمدؒ (جالندھری)